یادرفتگان

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیرکوٹلوی

محمد رمضان یوسف سلفی

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ نامور عالم دین، مشہور مصنف اور بلند پایہ نعت گو شاعر تھے۔ اوصاف و کمالات کے اعتبار سے انتہائی شریف النفس، نیک طینت، بلند فطرت، روشن ضمیر، فہیم وفطین، جامع جمیع العلوم، متبحر، متوکل علی اللہ متورع اور صوفی منش بزرگ تھے۔ عجز و انکساری کے پیکر، اسبا ب دنیوی اور اصحاب دنیا سے دور تقویٰ و پرہیزگاری کی کامل تصویر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکو علم وعمل کی نعمت کا حظ وافر عطا کیا تھا، حافظہ قوی اور ذہن اخاذ تھا، مطالعہ کی وسعت کے باعث تحقیق مسائل اور فہم و ادراک میں مثالی تھے، قرآن و سنت کے احکام و قواعد سے باخبر اور اس کے تمام گوشوں سے آگاہ تھے۔ اور یہ کہ تالیف وتصانیف کی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور تھے۔ افسوس کہ 3 مارچ 1999ء کی صبح نو بجے اسلاف کی یہ نشانی اور بزم فیصل آباد کی یہ شمع بجھ گئی۔

مولانا مرحوم کا نام پہلے پہل میں نے اپنے ماموں محمد شریف صاحب سے سنا۔ 1987ء کے قریب مجھے دینی کتب کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ ایک روز کسی کتاب کی تلاش میں امین پور بازار میں واقع رحمانیہ دارالکتب پہنچا۔ وہاں میں نے اس نیک سیرت انسان کو پہلی بار دیکھا روشن چہرہ، صاف رنگت، موٹی آنکھیں ان پر نظر کا چشمہ چڑھا ہوا، کھلی کشادہ پیشانی، کانوں کی لو تک سر کے بال، چہرے پر پھیلی مہندی سے رنگی ہوئی مسنون داڑھی، اعتدال کے سانچے میں ڈھلا ہوا متناسب جسم، درمیانہ قد، دیکھنے میں سر سے پاؤں تک شرافت کا مجسمہ۔

یہ تھے مولانا عبدالرحمٰن عاجز کئی کتابوں کے مصنف اور نعت گو شاعر۔ اس پہلی ملاقات کے بعد بھی ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ 1993ء میں ان سے باقاعدہ ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ ان کی وفات سے دو تین مہینے پہلے تک مسلسل رہا۔

> مولانا عاجز مرحوم کو اپنے استاذ مکرم کی ہمراہی میں سعودی فرمانروا سلطان سعود سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ عاجز مرحوم 1950ء میں سعودی عرب گئے تھے۔ 12 سال وہاں قیام پزیر رہے۔ 1962ء کو واپس فیصل آباد آ گئے

مولانا عاجز مرحوم عمر میں مجھ سے پچاس سال بڑے تھے لیکن یہ ان کی شفقت تھی کہ انہوں نے اس کی پرواہ کئے بغیر میرے ساتھ انتہائی دوستانہ اور مخلصانہ مراسم قائم رکھے۔ ایک عرصہ سے انکا معمول تھا کہ وہ سال ڈیڑھ سال مکہ میں گزارتے اور تین چار ماہ فیصل آباد میں قیام فرماتے۔ مولانا جب فیصل آباد میں قیام پذیر ہوتے تو راقم مہینے میں ایک بار ان کی خدمت عالیہ میں ضرور حاضر ہوتا۔ مولانا انتہائی شفقت اور خلوص سے پیش آتے اور اپنے مواعظ عالیہ سے مستفید فرماتے۔ دوران گفتگو اکثر ایسے واقعات سناتے کہ آخرت کا منظر سامنے آجاتا اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ مولانا مرحوم اکثر راقم سے اپنی زیر طبع کتب اور زیر تصنیف کتابوں سے متعلق مشورہ بھی لے لیتے تھے۔ اگر آپ کی کوئی کتاب شائع ہوتی تو مجھے تحفتاً دیتے اس طرح کی نوازشات وہ اپنے ملنے والوں پر کرتے رہتے۔ مرحوم دینی تڑپ رکھنے والے ایک سچے مسلمان تھے، دوسروں سے محبت والفت رکھنا ان کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا اور یہ چیز ان کی دلآویز شخصیت کا لازمہ تھی۔ مولانا عبدالرحمٰن عاجز مرحوم مشرقی پنجاب ہند کے مشہور شہر مالیرکوٹلہ میں 1917ء کو پیدا ہوئے۔ گھر کا ماحول بڑا پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا۔ ان کے والد محترم مولانا محمد مرحوم قرآن کے حافظ اور عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لحن داؤدی سے نوازا تھا اور وہ بڑے سوز و درد سے قرآن کی تلاوت فرماتے۔ ہر سال رمضان المبارک میں ان کو نماز تراویح میں قرآن سنانے کیلئے خاص طور سے رنگون بلایا جاتا۔ چنانچہ اس نیک سیرت انسان نے اپنے اس بیٹے کی اعلیٰ تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ اٹھا رکھا اور بڑے اچھے طریقے سے تربیت کی۔

مولانا عاجز مرحوم نے قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد محترم حافظ محمد مرحوم سے حاصل کی اور اردو کی

تعلیم کیلئے مالیر کوٹلہ کے اسکول میں پڑھا۔ اس کے بعد اپنے بہنوئی یامین مرحوم کے ہاں سنگرور چلے گئے۔ وہاں ان کی دکان تھی اور آپ دکان میں کام کرنے لگے۔ عاجز مرحوم کی عادات بچپن ہی سے عام دوسرے بچوں سے مختلف تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شروع ہی سے نیک خصائل بنایا تھا۔ سنگرور میں ان کے بچپن کا واقعہ ہے کہ ایک روز ان کے ایک دوست انہیں بہلا پھسلا کر فلم دیکھنے سینما لے گئے لیکن یہ وہاں پہنچتے ہی اس جگہ سے بھاگ آئے اور پھر زندگی میں کبھی ادھر کا رخ نہ کیا۔ مرحوم جن دنوں اپنے بہنوئی کی دکان پر سنگرور میں کام کرتے تھے تو انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ وہاں رات کو عشاء کے بعد ایک سفید ریش بزرگ آتے جو آنکھوں سے نابینا تھے۔ ان کے ہاتھ میں بھاری عصا ہوتا۔ اس وقت دکان بند ہوتی اور وہ وہاں بیٹھ جاتے۔ اس بزرگ کا لہجہ بڑا پرسوز اور درد انگیز تھا وہ سی حرفی ہدائت اللہ پڑھتے تو لوگ سن کر آبدیدہ ہوجاتے عاجز مرحوم بھی اس بزرگ کی زبان سے فکر آخرت سے متعلق شعر سنتے تو وجد میں آجاتے اور ان پر رقت طاری ہوجاتی۔ یہیں سے ان کے دل میں خشیت الٰہی اور آخرت کی فکر جاگزیں ہوئی جو آگے چل کر ان کی زندگی کا لازمی حصہ بن گئی۔

بچپن ہی سے ان کو حرمین شریفین سے محبت تھی اور ان کا دل مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی زیارت کے شوق کا متمنی تھا اور یہ شوق اس قدر غالب ہوا کہ ایک بار دیار حبیب کیلئے پیدل ہی سنگرور سے چل کھڑے ہوئے کئی میل کے فاصلے سے ان کے بہنوئی یامین مرحوم اور دوسرے احباب ان کی کم سنی کا خیال کرتے ہوئے طویل سفر کی مشکلات اور خطرات کی طرف توجہ دلا کر انہیں بڑی مشکل سے واپس لائے۔ جوانی میں قدم رکھتے ہی سنگرور سے واپس اپنے وطن مالیر کوٹلہ آگئے اور پھر کچھ عرصہ بعد ان کی شادی ہوگئی۔ اب عاجز مرحوم نے سلسلہء روزگار کیلئے مالیر کوٹلہ میں رحمانی دواخانہ بنالیا۔ جہاں یونانی ادویات، مفردات و مرکبات کی صورت میں فروخت ہوتی تھیں۔ تقسیم ملک سے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے یہ دواخانہ اپنے ایک شاگرد کو دے دیا تھا جو کہ وہ اب تلک اسی نام سے چلا رہے ہیں۔

قیام پاکستان سے تین سال پہلے عاجز صاحب اہل وعیال سمیت امرتسر آگئے۔ وہاں کچھ عرصہ تو گھی کا کام کرتے رہے پھر کپڑے کی دوکان بنا لی۔ عاجز مرحوم کی رہائش مبارک مسجد اہلحدیث کے قریب تھی۔ اور اس وقت امرتسر میں اس مسجد کے خطیب مولانا حافظ عبداللہ روپڑی تھے۔ جو کہ جماعت اہلحدیث کے جید عالم دین اور عظیم المرتبت مفتی اور محدث تھے۔ عاجز مرحوم رات کو عشاء کے بعد حضرت حافظ صاحب سے دینی تعلیم حاصل کرتے۔ اور رات دیر گئے تک مسجد میں بیٹھ کر اسباق یاد کرتے۔

اس طرح انہوں نے کافی عرصہ حافظ صاحب مرحوم کی خدمت میں رہ کر ان سے اکتساب علم کیا۔

امرتسر میں دوران قیام ہی اللہ تعالیٰ نے عاجز مرحوم کی دیرینہ خواہش پوری کی اور یہ محترم 29 افراد کا قافلہ لیکر امیر قافلہ بن کر امرتسر سے سوئے حرم کو روانہ ہوئے۔ بخیر وعافیت سے مکہ پہنچے اور پھر شوق و عقیدت سے ایک دوسرے ساتھ کے ہمراہ پاپیادہ مدینہ طیبہ کو چل پڑے، چودہ دن میں وہاں پہنچے۔ واپسی پر بھی راستے کی صعوبتوں اور مشکلات کی پرواہ کئے بغیر پیدل ہی مکہ آئے۔ اس مبارک سفر اور شوق جنوں کو انہوں نے اپنے خوبصورت اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے:

گزرا ہوں میں تپتے ہوئے صحراؤں سے پیدل
آسان نظر آئی رہِ دشوار مدینہ
وہ شوق کا عالم تھا کہ تھا جوش عقیدت
پلکوں سے چنے میں نے خس وخار مدینہ
وہ کتنا حسیں، کتنا دلآویز سماں تھا
جس دم نظر آنے لگے آثار مدینہ
دل ڈوب گیا کیف میں بہنے لگے آنسو
جب سامنے آئے در و دیوارِ مدینہ

قیام پاکستان کے وقت عاجز مرحوم امرتسر میں ہی تھے اس وقت فسادات شروع ہوچکے تھے۔ مسلمانوں کو سکھ اور ہندوں مل کر قتل کررہے تھے اور ان کا مال لوٹ کر ان کے گھروں کو نذر آتش کررہے تھے۔ اس صورتحال میں مولانا عاجز مرحوم اپنے اہل وعیال کو لیکر مالیر کوٹلہ پہنچ گئے۔ جب فسادات کی آگ ذرا سرد ہوئی تو لاہور آگئے۔ یہاں پہنچتے ہی ان کا بیٹا بعمر دس سال فوت ہوگیا۔ اسے دفنا کر ان [illegible] تلاش معاش کیلئے کراچی چلے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ تو ٹھیلے پر چوریاں اور آئس کریم بیچ کر بیوی بچوں کا پیٹ پالتے رہے پھر انہوں نے نیو کلاتھ مارکیٹ میں دکان کرائے پر لیکر رحمانی ٹریڈ ایجنسی کے نام سے کپڑے اور سوت کی آڑھت کا کام شروع کیا۔ اللہ نے برکت دی اور ان کا کام بہت ترقی کرگیا۔ انہوں نے ذاتی محنت سے بہار کالونی میں مکان بھی بنالیا تھا لیکن اس کے باوجود ان کا دل حرمین کی محبت سے سرشار تھا چنانچہ انہوں نے اپنا سب کاروبار سمیٹا مکان وغیرہ فروخت کیا اور تین سال کا عرصہ کراچی میں گزار کر 1950 کو عازم مکہ مکرمہ ہوئے۔ حجاز مقدس پہنچ کر وہاں انہوں نے مستقل رہائش اختیار کرلی۔ اور ذریعہ معاش کے طور پر اب انہوں نے عطر فروشی کا کام شروع کیا۔ سعودی عرب میں قیام کے دوران حرم شریف کے قریب دکان لیکر اس میں گھڑیوں کا کاروبار بھی کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حرم شریف میں تعلیم وتعلم کا بھی سلسلہ شروع رکھا اور وہاں جید علمائے کرام اور مختلف اساتذہ کرام سے دینی علوم کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے صحیح مسلم اور صحیح بخاری شریف مولانا عبدالاحد تمّتی سے مکہ میں پڑھی۔

اس کے علاوہ جن عظیم المرتبت اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مولانا عبدالغفار حسن عمرپوری سابق استاذ مدینہ یونیورسٹی، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا محمد یوسف السلفی مدرس دارالحدیث مدینہ منورہ، مولانا محمد علی لکھوی مہاجر مدینہ منورہ، مولانا عبدالحق ہاشمی نزیل مکہ وغیرہ۔ کراچی میں دوران قیام کے زمانے میں مولانا عبدالستار سلفی دھلوی مولانا عبدالجلیل اور قاری عبدالحکم سے استفادہ کیا۔ ان

ـئے کرام کے علاوہ آپ مفتی اعظم سعودی عرب، شیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ، شیخ ناصر الدین البانی حفظہ اللہ، شیخ محمد الشنقیطی، اور شیخ علی سوڈانی کی مجالس میں بیٹھنے کے مواقع ملے اور آپ نے ان شیوخ سے خوب علمی استفادہ کیا۔ مولانا عاجز مرحوم کو اپنے استاذ مکرم کی ہمراہی میں سعودی فرمانروا سلطان سعود سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ عاجز مرحوم 1950ء میں سعودی عرب گئے تھے۔ 12 سال وہاں قیام پزیر رہے۔ 1962ء کو واپس فیصل آباد آگئے۔ یہاں آکر انہوں نے اپنے والد محترم کے کہنے پر واپس سعودی عرب جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور فیصل آباد شہر میں جامع مسجد اہلحدیث کے قریب امین پور بازار میں رحمانی دار الکتب قائم کر کے دینی کتب کی خرید وفروخت کا کام شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی آپ شعروشاعری اور تالیف وتصانیف کا شغل بھی کرنے لگے۔ رحمانیہ دارالکتب ایک عرصہ تک شائقین کتب اور اہل علم وادب کا مرکز رہا۔ عاجز مرحوم وطن عزیز کے دور دراز علاقوں کا سفر کر کے نادر قلمی مخطوطے، نایاب دینی کتابیں اور قرآن مجید کے قلمی نسخے تلاش کر کے لاتے۔ جامعہ ام القراء مکہ مکرمہ کی لائبریری میں چار یا پانچ قلمی مخطوطوں کے علاوہ باقی سب قلمی قرآن مجید اور نادر مخطوطے عاجز صاحب نے ہی فراہم کر کے ان کو دیئے تھے۔

مولانا جب تک تندرست وتوانا رہے اس وقت تک مکتبہ کی رونق دوبالا رہی۔ مولانا ہر وقت بزم سجائے رکھتے تھے کوئی نہ کوئی عالم دین، شاعر یا ادیب ان کے پاس بیٹھا نظر آتا تھا۔ آپ بڑے خلیق، ملنسار اور مہمان نواز تھے ہر ملنے والے کو ملتے وقت اس کے مقام ومرتبہ کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ مولانا عاجز مرحوم کے مکتبہ پر حدیث تفسیر، شروح، حواشی، عربی، اردو اور تاریخی کتب کا وسیع ذخیرہ تھا۔ اس کے علاوہ آپ مکہ مکرمہ، بیروت، لبنان، عراق، بغداد اور ایران وغیرہ کے دینی اشاعتی اداروں سے کتب بھی منگواتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ رحمانیہ دار الکتب کی طرف سے اپنی کتابیں بھی چھاپتے تھے۔ اسی مناسبت سے ان کا مکتبہ پاکستان کے چند مشہور کتب خانوں میں شمار ہوتا تھا۔

عاجز مرحوم ایک خوش گو شاعر تھے، ان کا کلام فصاحت وبلاغت اور لفظی اسلوب کے محاسن کو پائے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اسمیں معانی وافکار کی گہرائی اور ندرت کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے۔ اور تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ آخرت کی فکر کو بھی جاگزیں کیا گیا ہے۔ نظم کی صورت میں ان کے تین شعری مجموعے جام طہور، شمع فروزاں اور صبح صادق کئی بار طبع ہوئے۔ عاجز مرحوم کا کئی نامور شعراء سے قریبی تعلق تھا اور ان سے دوستانہ مراسم قائم تھے۔ ان جلیل القدر شخصیات میں مولانا غلام رسول مہرؒ، احسان دانش، فیض احمد فیض، جناب علیم ناصری، رئیس امروہی وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

عاجز مرحوم وطن عزیز کے دور دراز علاقوں کا سفر کر کے نادر قلمی مخطوطے، نایاب دینی کتابیں اور قرآن مجید کے قلمی نسخے تلاش کر کے لاتے۔ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کی لائبریری میں چار یا پانچ قلمی مخطوطوں کے علاوہ باقی سب قلمی قرآن مجید اور نادر مخطوطے عاجز صاحب نے ہی فراہم کر کے ان کو دیئے تھے

مولانا عاجز مرحوم تحریر ونگارش کا بڑا نفیس ذوق رکھتے تھے۔ بلکہ وہ اس کام میں بڑے تیز تھے۔ ان کا قلم ہمیشہ رواں اور متحرک رہتا تھا۔ موضوع ان کا ایک ہی تھا۔ فکر آخرت اس عنوان پر انہوں نے کثرت سے لکھا اور خوب لکھا۔ انداز تحریر عام فہم اور سادہ تھا اس میں اپنے اشعار لکھ کر ادبی چاشنی پیدا کر دیتے تھے۔ ان کی کتابیں بڑی مقبول ہوئیں اور ہزاروں لوگ ان کو پڑھ کر مناہی ومنکرات سے تائب ہوئے۔ جو کتب عاجز مرحوم کے نوک دار قلم سے معرض وجود میں آئیں ان کے نام یہ ہیں۔ موت کے سائے، عالم برزخ، فضیل بن عیاض، انسان نشان رحمان، مقام نماز، شہر خموشاں، ارکان ایمان، ایمان اور عمل صالح، رب کائنات اور اس کی عبادت، سورہ فاتحہ فضیلت اور تفسیر، روح عبادت، ذکر اللہ، دلہن قبر کی آغوش میں، اخلاق رسولؐ، اسلامی اخلاق، دعائیں اور عطائیں، تکبر کا انجام استغفار۔ یہ اٹھارہ کتب بنتی ہیں آخری تین کو چھوڑ کر باقی سب کتب مطبوعہ ہیں۔ راقم سے آخری ملاقات میں مولانا عاجز مرحوم نے یوم حساب سے متعلق کتاب کی تکمیل کا ذکر کیا تھا اسی طرح نظم میں بھی ان کے تازہ کلام پر مشتمل ایک کتاب مکمل ہوگئی تھی۔ نامعلوم اب ان دونوں کتابوں کے مسودے کس حالت میں کہاں پڑے ہوئے ہیں؟

بہر حال مولانا نے اپنے قلم کے ذریعے معاشرے کی اصلاح اور تطہیر کیلئے خوب قلمی جہاد کیا اللہ تعالیٰ اس کا اجر وثواب ضرور ان کو عطا فرمائے گا ان شاء اللہ۔

مولانا عاجز مرحوم کی کتابوں پر وطن عزیز کے نامور اہل قلم، سکالرز، ادیب اور علماء نے تقریظیں، تبصرے، پیش لفظ اور مقدمے لکھے ہیں ان میں مولانا غلام رسول مہر، مولانا مودودی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، احسان دانش، حفیظ جالندھری، پروفیسر غلام احمد حریری، رئیس امروہی، طالب ہاشمی، فیض جھنجھانوی، مولانا محمد خالد سیف، مولانا محمد یوسف انور، پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد، پروفیسر سعید اختر، مولانا عبدالغفار حسن، پروفیسر محمد دین قاسمی، مولانا عبداللہ گورداسپوری، قاضی محمد اسلم سیف، شیخ الحدیث مولانا مفتی عبدہ الفلاح، مولانا قدرت اللہ فوق، اور راقم محمد رمضان یوسف سلفی وغیرہ شامل ہیں۔

عاجز مرحوم درد دل رکھنے والے سچے

…سمان تھے دوسروں کی خیرخواہی ان کی گھٹی میں شامل کی۔ آپ اپنے عزیز واقارب اور ملنے والے دوست احباب کو نیکی کی تلقین کرتے اور برائی سے بچنے کی تاکید فرماتے۔ مجھے بیسیوں مرتبہ ان کے مواعظ عالیہ سے مستفید ہونے کا موقع ملا آپ بڑی نصیحت آموز گفتگو فرماتے جسے سن کر بے اختیار دل بھر آتا اور آنکھیں پرنم ہوجاتیں۔

اتباع سنت کا خود بھی اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی رغبت دلاتے۔ کبھی کبھار خطبہ جمعہ اور درس قرآن بھی دے دیتے تھے۔ بڑے عام فہم اور سادہ انداز میں وعظ کہتے جو قبر وحشر اور فکر آخرت کے عنوان پر ہی ہوتا۔ روزانہ نماز فجر کے بعد قبرستان جانا انکا زندگی بھر معمول رہا۔ جب تک صحت رہی اس پر عمل پیرا رہے۔

بڑے سنجیدہ اور متین تھے۔ قہقہے لگانا یا کسی قسم کی پرواہ کیے بغیر زور زور سے ہنسنا ان میں نہ تھا میں نے زندگی میں کبھی ان کو قہقہہ لگاتے یا زور سے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ جب خوش ہوتے تو صرف تبسم فرماتے۔

مولانا مرحوم کی دینی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع اور ان کی حسنات کی فہرست بڑی طویل ہے۔ انہوں نے اپنی زبان اور قلم سے دعوت وتبلیغ کے میدان میں انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں۔ ان کی کتب پڑھ کر سینکڑوں لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہوئے اور انہوں نے خلاف شرع امور سے توبہ کی۔

مولانا عاجز مرحوم ایک عرصہ دراز سے مختلف عوارض میں مبتلا چلے آرہے تھے۔ گزشتہ ایک عشرے سے انکا معمول تھا کہ سال میں کچھ عرصہ پاکستان میں گزارتے اور کچھ عرصہ مکہ مکرمہ میں۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر ان کی صحت ٹھیک ہوجاتی تھی اور وہاں تالیف وتصانیف کا کام خوب کرتے تھے۔ جو کتاب بھی مکمل ہوجاتی اسے اشاعت کیلئے فیصل آباد بھیج دیتے مکتبہ رحمانیہ دار الکتاب کا کام انہوں نے اپنے ایک معتمد کے سپرد کر رکھا تھا اور اس سلسلے میں ان کو کوئی پریشانی نہ تھی۔ مکتبہ کا تمام کام حسن وخوبی سے چل رہا تھا۔ اور کتب بھی وقت پر شائع ہوجاتی تھیں۔

مولانا صاحب 18 دسمبر 95ء کو مکۃ المکرمۃ واپس گئے اور وہاں تقریبا ڈیڑھ سال رہے۔ 5 جون 97ء کو واپس فیصل آباد آئے۔ راقم ان کی آمد کی اطلاع ملتے ہی حاضر خدمت ہوا۔ مولانا حسب سابق خلوص اور محبت سے ملے چائے وغیرہ سے تواضع کی اور فرمانے لگے کہ آپ مجھے مکہ میں بہت یاد آتے رہے ہیں۔ اس طرح کی باتیں ہوئی پھر انہوں نے اپنی نئی کتابیں اپنے دستخطوں سے دیں۔ ایمان اور عمل صالح، کے اول خالی صفحے پر یہ شعر لکھ کر دیا

ٹوٹ جاتا ہے طلسم زندگانی کا غرور
ٹوٹتا ہے دم بشر جس دم بشر کے سامنے

اس ملاقات میں راقم نے محسوس کیا کہ اب مولانا کی صحت پہلے سے بھی بہت زیادہ خراب ہے اور کمزوری بھی کافی ہے کیونکہ گفتگو کرتے ہوئے ان کی آواز کانپ رہی اور زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ خود مولانا بھی فرمانے لگے سلفی صاحب اب ہمارا آخری وقت آن پہنچا ہے زندگی ختم ہونے کو ہے دعا فرمائیں۔ ان کی کہی ہوئی بات بالآخر سچ ثابت ہوئی۔

انہوں نے اپنی زندگی کا آخری ڈیڑھ سال کا عرصہ انتہائی تکلیف میں گزارا۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہ آئی ہمیشہ صبر کے دامن کو تھامے رکھا۔ گذشتہ چھ ماہ سے تو ان کی سماعت بھی ختم ہوگئی تھی۔ جبکہ بیماری اور کمزوری کے باعث چلنے پھرنے سے پہلے ہی معذور ہوچلے تھے۔ ہاتھوں میں لغزش آگئی تھی لکھنے لکھانے کا سلسلہ بھی چھوٹ گیا تھا۔ سارا دن کمرے میں بستر پر پڑے رہتے یا پھر کبھی کرسی پر بیٹھ جاتے۔ اگر کوئی انہیں ملنے آتا تو بہت خوش ہوتے۔ تین ماہ قبل ان کے صاحبزادے ثناء الرحمن صاحب مکہ سے فیصل آباد آگئے اور انہوں نے سمن آباد کے علاقہ میں اپنے مکان میں رہائش اختیار کی۔ اب وہ مولانا کو اپنے چھوٹے بھائی ضیاء الرحمن مکی کے ہاں سے اپنے ہاں لے آئے اور ہر طرح سے انکا خیال رکھنے لگے۔

مولانا یہاں آکر بڑے خوش تھے اس قدر بیماری کے باوجود نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے اور باوضو رہتے۔ ان کی زندگی کا معمول تھا کہ ہمیشہ باوضو رہتے۔ اب بیماری کی وجہ سے تیمم کرکے نماز پڑھ لیتے۔ دن گزرتے گئے آخر وہ دن بھی آگیا۔ ساری رات ذکرو اذکار اور نصیحت کرتے رہے۔ کبھی کبھار اللہ اللہ کہتے اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے۔ زبان پر کلمہ شہادت اور ذکر الٰہی کا ورد جاری تھا۔ 3 مارچ 1999ء کو صبح آٹھ بجے کے قریب ان کی طبیعت خراب ہوئی اور نو بجے فضل وکمال کا پیکر اور شرافت ودینداری کا یہ پتلا 82 سال اس دنیا کی نیرنگی کا تماشہ دیکھ کر دنیائے رنگ وبو سے مٹ گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دن گزرتے گئے آخر وہ دن بھی آگیا۔ ساری رات ذکرو اذکار اور نصیحت کرتے رہے۔ کبھی کبھار اللہ اللہ کہتے اور شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے۔ زبان پر کلمہ شہادت اور ذکر الٰہی کا ورد جاری تھا۔ 3 مارچ 1999ء کو صبح آٹھ بجے کے قریب ان کی طبیعت خراب ہوئی اور نو بجے فضل وکمال کا پیکر اور شرافت ودینداری کا یہ پتلا 82 سال اس دنیا کی نیرنگی کا تماشہ دیکھ کر دنیائے رنگ وبو سے مٹ گیا انا للہ وانا الیہ راجعون